حالات

رئیس الخطّاطین حاجی محمد اعلیٰ صاحب دہلوی

مرتب

پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

المصطفےٰ پبلی کیشنز:
اولڈ یونی ورسٹی کیمپس، حیدرآباد، سندھ

حالات

رئیس الخطاطین حاجی محمد اعلیٰ صاحب دہلوی

مرتب

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

المصطفےٰ پبلی کیشنز،
اولڈ یونی ورسٹی کیمپس، حیدرآباد، سندھ۔

ضابطہ

کتاب: حالات، رئیس الخطاطین حاجی محمد اعلیٰ صاحب دہلوی

مرتب: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں

اشاعت: اکتوبر، ۲۰۰۲ء (۱۴۲۳ھ)

ناشر: المصطفیٰ اکیڈمی، حیدرآباد

رابطہ

المصطفیٰ اکیڈمی-۲، اولڈ کیمپس، سندھ یونی ورسٹی، حیدرآباد

ترتیب

پیش لفظ

قبلہ حاجی محمد اعلیٰ صاحب، میرے شیخ حضرت مولانا حافظ شاہ زوّار حسین صاحب علیہ الرحمہ کے بچپن کے دوست اور مرید ہیں۔حاجی صاحب جیسے نیک صفات، خوش اوقات اور پاک طینت لوگ بہت کم نظر آتے ہیں۔انھوں نے پوری عمر دین کے کاموں میں صرف کی اور اب اپنے مکان کا ایک حصّہ مسجد کے لیے وقف کر دیا ہے۔یہ عاجز اُن کے اکثر اعزاء سے مستفید ہوا ہے اور قریب ۵۰، سال سے اُن کے اوصافِ حمیدہ کا مدّاح رہا ہے۔اسی لیے بفضلہٖ تعالیٰ ارادہ ہوا کہ ان جیسے بزرگوں کے حالات اور اوصاف کیوں نہ مرتب کیے جائیں، اور اس کام کو اپنے لیے سرمایۂ اخروی کیوں نہ بنایا جائے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔آمین

زندگی کے آخری ایام میں یہ عاجز اس کام کو اپنے لیے سرمایۂ عزت و مغفرت جانتا ہے۔اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی فرمائے۔آمین

احقر

غلام مصطفیٰ خاں

مکتوب، محمد اعلیٰ صاحب

بنام

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں

مخدومی و محترمی حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب دام ظلکم و مد فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

بفضلہٖ تعالیٰ یہ عاجز خیریت سے ہے اور حضور کی خیریت و عافیت مع متعلقین بدرگاہِ رب العزت نیک مطلوب القلوب، دیگر احوال یہ ہے کہ اگرچہ حضور کے حکم کی تعمیل میں تاخیر ہوگئی لیکن محترم خواجہ حسن ناصر صاحب کی خواہش تھی کہ مضمون کمپیوٹر کر کے محترم ڈاکٹر محمد مظہر بقا صاحب کی خدمت میں پیش کیا جائے، بعد ازاں دوبارہ صاف کر کے حضرت کی خدمت میں ارسال کیا جائے۔

بعض احباب کے سوالات پر مجبوراً یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں حضور کو اختیار ہے کہ اس میں سے جس قدر چاہیں شایع کریں، عاجز کو مطلق اعتراض نہ ہوگا۔

مخدومی و محترمی حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے وصال کے کچھ عرصہ بعد خواب میں عاجز کو خلافت نامہ عطا فرمایا اور اس پر ایک مسواک رکھی ہوئی تھی۔ بعد ازاں حضرت مولانا محمد صادق صاحب علیہ الرحمہ نے چند احباب کو خلافت عطا فرمائی۔ اس میں عاجز کو بھی شامل کیا۔ پھر مخدومی حضرت مولانا علی مرتضیٰ صاحب علیہ الرحمہ نے بھی جو کہ حضرت مولانا خواجہ فضل علی قریشیؒ کے خلیفہ تھے خلافت سے عاجز کو نوازا۔ ھذا مِن فضلِ ربّی

یہ مضمون آج پہلی مرتبہ عرض کر رہا ہوں۔ طالب دعا

احقر

محمد اعلیٰ عفی عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مخدومی و محترمی حضرت قبلہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہ العالیٰ کا ایک اہم گرامی نامہ مورخہ ۲۶، اگست ۲۰۰۲ء کا تحریر شدہ موصول ہوا۔ جس میں حضرت صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:

''اس عاجز کا خیال ہے کہ حضور کی جملہ تصانیف و کتابت شدہ کتابوں اور رسالوں کی ایک جامع فہرست شایع کرادی جائے۔ شروع سے اب تک بلا مبالغہ سیکڑوں کتابوں تعلق سے رہا ہے۔ میری درخواست ہے کہ اُن سب کی فہرست چند لفظوں میں تحریر فرمادیں بڑا کرم ہوگا''۔

(گرامی نامہ کے آخر میں ایک جملہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے) ''حالاتِ زندگی بھی'' حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے اس عاجز پر بکثرت احسانات ہیں اور حضرت اِس عاجز سے بہت محبت و شفقت رکھتے ہیں لہٰذا حضرت موصوف کے حکم

کی تعمیل کے سوا کوئی چارا نہیں۔ اگر چہ اس عاجز کے حالات اس قابل کہاں کہ ان کو شایع کیا جائے، اور خوش نویسی کی وجہ سے جن کتابوں کی کتابت کی اور جن علمأ اور صوفیا حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں وہ سب حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کے فضل وکرم کے علاوہ کچھ نہیں۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب کی فرمائش کے مطابق کتابوں اور رسالوں کی ایک فہرست تیار کر دی ہے، لیکن اس میں یادداشت کی غلطیوں کا امکان ہے۔ یہ عاجز سب سے پہلے اس حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتا ہے، جس کے علاوہ کوئی بھی حمد اور عبادت کے لائق نہیں، بعد ازاں دُعا کرتا ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ عاجز کی اس کوشش کو قبول فرما کر مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بنائے آمین، نیز اس عاجز کو بھی اپنے نیک اور صالح بندوں میں شمار فرمائے۔ ثم آمین

ابتدائی حالات

عاجز (محمد اعلیٰ) کے دادا محمد صدیق کے ایک لڑکا (محمد نفیس) اور ایک لڑکی (سلمیٰ) پیدا ہوئے، حاجی محمد نفیس صاحب کے چھ (۶) لڑکے ہوئے، تین لڑکے بچپن ہی میں انتقال کر گئے اور تین لڑکے بفضلہٖ تعالیٰ حیات ہیں۔ سب سے چھوٹا لڑکا محمد مسلم سلمہ جو آج کل مع بیوی بچوں کے کینیڈا میں مقیم ہے۔ منجھلا لڑکا محمد اسلم سلمہ کراچی میں مقیم ہے تیسرا لڑکا عاجز (محمد اعلیٰ) ہے۔ جو حضرت قبلہ ڈاکٹر صاحب مدظلہ کے حکم کی تعمیل میں پیش نظر چند سطور لکھنے بیٹھا ہے۔

روڑکی کا زمانہ، ضلع سہارن پور

احقر محمد اعلیٰ کی ولادت ۱۹۱۱ء میں ہاپوڑ ضلع میرٹھ (یوپی) میں اپنے جدی مکان اور جدی شہر میں ہوئی، یہ سنہ ''جشن تاج پوشی'' کا سال مشہور ہے، چوں کہ والد

صاحب حاجی محمد نفیس روڑکی ضلع سہارن پور کے ایک کارخانے مین انجینئر تھے، جہاں ریل کے ڈبے وغیرہ بنتے تھے۔ لہٰذا میری ولادت کے کچھ عرصہ بعد روڑکی چلے گئے اور غالباً ۲۰ء یا ۲۱ء تک وہیں رہے۔

روڑکی ایک بہت خوب صورت قصبہ ہے، اس کے اسٹیشن پر اتر کر ''پیران کلیر'' اور ''منگلور شریف'' وغیرہ جاتے ہیں، وہاں نقشہ نویسی انجینئرنگ کا ایک بڑا کالج بھی ہے اور فوجی اڈہ بھی ہے، اور ایک بڑی نہر جاری ہے۔ منگلور جانے کے لیے اس پر ایک پل ہے، جس کے چاروں طرف ایک پتھر کی چوکی ہے۔ جو تقریباً چھ فٹ بلند اور دس فٹ لمبی ہے۔ اس پر لال پتھر کے خوب صورت شیر بنے ہوئے ہیں (یعنی پل کے چاروں طرف ایک ایک شیر ہے)۔ پھر اس نہر سے کئی سوت نکالے گئے جہاں سے عاجز نے خود دیکھا ہے کہ لوگ صراحیوں میں پانی بھر کر لاتے تھے، اس کا پانی بہت ٹھنڈا ہوتا تھا۔

پھر وہاں سے ایک نالہ نکالا گیا جس میں عام لوگ نہاتے تھے۔ پھر اس نالے سے ایک نالی نکالی گئی جس کے زور سے پن چکی چلتی تھی۔

پھر اس نالے کے پانی سے کپڑے دھونے کا گھاٹ بنا ہوا تھا۔ اور رات کے وقت بکثرت جگنو اڑتے ہوئے نظر آتے تھے، جو عجیب وغریب سماں ہوتا تھا۔ ساتھ ہی ایک بڑا باغیچہ تھا جس میں بہت عمدہ خوش بودار پودے لگائے گئے تھے، خصوصاً گلاب کے بڑے پھول والے پودے بھی تھے۔

روڑکی کا ایک قصبہ منگلور ہے، جہاں ایک بڑے بزرگ حضرت قاضی محمد اسمٰعیل علیہ الرحمہ گزرے ہیں، جن کی وفات سے متعلق کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ ماہ مہرِ نبوت کا جب ہؤ ہم سال
خبر نہ تھی کہ دوشنبہ کا دن ہے وقتِ رحیل
یہ چاند چودہویں کا بارہویں کو کیسے چھپا
ربیع الاوّل میں کیوں جلد ہوگئی تکمیل

یعنی حضور اکرم ﷺ کے وصال کی چاروں خوبیاں آپ میں آ گئیں، اور منگلور شریف میں اپنی مسجد کے ایک گوشہ میں آپ کا مزار مبارک ہے (عاجز کو خوب یاد ہے)۔ آپ کے خلفاء کی تعداد کا صحیح علم نہیں۔ البتہ حضرت مولانا غالب علی علیہ الرحمہ مشہور ہیں۔ غالبًا (۱۹۳۱ء) میں اس عاجز نے بھی مراد آباد میں حضرت مولانا غالب علی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرفِ بیعت حاصل کیا تھا۔ تھوڑے عرصے بعد حضرت کا وصال ہوگیا اور یہ عاجز دوبارہ حاضر نہ ہوسکا۔ بعدازاں عاجز کو ایک مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی تو دیکھا کہ پریشانی کے عالم میں سانس کے ساتھ آپ کے جسم سے آبلے نما چھالے ابھر رہے ہیں۔

عاجز گھبرا گیا اور دُعا کی درخواست کی تو حضرت موصوف نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی، کراچی پہنچ کر معلوم ہؤا کہ محترم ڈاکٹر عابد علی خاں صاحب پروفیسر فارسی

کراچی یونی ورسٹی بھی حضرت موصوف کے خاص مریدوں میں سے ہیں اور آپ کو حضرت علیہ الرحمہ کے حالات زیادہ معلوم ہیں۔

حضرت قاضی محمد اسمٰعیل علیہ الرحمہ کے صرف ایک صاحب زادے حضرت قاضی عبدالغنی علیہ الرحمہ تھے۔ روڑکی کے دورانِ قیام میں عاجز کو بکثرت حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ موصوف روڑکی کی عید گاہ کے امام بھی تھے، اور شہر کے آنریری مجسٹریٹ بھی تھے، نیز آپ کے بھی بکثرت مرید تھے، ہمارا خاندان حضرت موصوف ہی کا مرید تھا۔ ایک مرید کا حال عرض ہے: حضرت قاضی محمد یوسف بلند شہر کے قاضی بھی تھے اور عید گاہ کے امام بھی، بہت حسین اور خوب صورت تھے آواز میں بہت درد تھا جی چاہتا تھا کہ آپ کی تلاوت سنے جاؤ۔ قاضی صاحب موصوف حضرت قاضی عبدالغنی علیہ الرحمہ کے بڑے شیدائی تھے، حال یہ تھا کہ جب حاضرِ خدمت ہوتے تو واپس جانے کا نام نہ لیتے۔ جب تک سواری منگا کر روانہ نہ کیا جاتا واپس نہ جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت قاضی عبدالغنی علیہ الرحمہ کی زبان سے نکل گیا کہ جاؤ، کنویں میں گر جاؤ، تو واقعی آپ کنویں میں گر گئے لوگوں نے ہر چند نکالنا چاہا نہ نکلے، آخر حضرت قاضی علیہ الرحمہ خود تشریف لائے تو آپ نکلے۔

روڑکی کے ستی محلّہ میں ایک بڑی مسجد تھی، صحن میں ایک بڑا کمرہ تھا جس میں ایک مدرسہ بھی تھا، اس میں ایک طرف ایک مولوی صاحب قرآن شریف پڑھاتے تھے اور دوسری جانب ایک ماسٹر صاحب بیٹھتے تھے، جن کا نام خلیل الرحمٰن تھا وہ اردو اور

حساب پڑھاتے تھے اور املا بھی لکھواتے تھے۔ حساب کی کتاب ''چکرورتی'' کا بہت حصہ بھی پڑھا دیا تھا۔ عاجز نے جو کچھ پڑھا وہ صرف انہی سے پڑھا۔

اسی زمانے میں خلافت کا خوب زور شروع ہو گیا تھا تو اسکول کے لڑکوں کا لباس خاکی (فوجیوں جیسا) بنوایا گیا اور جلسے جلوس بھی نکالے گئے۔ جن میں یہ اشعار پڑھے جاتے تھے ۔

بولیں اماں محمد علی کی

جاں بیٹا خلافت پہ دے دو

دہلی میں قیام

بعد ازاں جنگ عظیم ختم ہوتے ہی روڑکی کا کارخانہ بند ہو گیا ،اور والد صاحب کو آبائی وطن کاپوڑ واپس آنا پڑا، پھر چند ماہ بعد پھوپھی صاحبہ کے صاحب زادے طفیل احمد کی شادی کے سلسلے میں دہلی جانا ہوا۔ وہاں مسلمانوں کا ایک برف خانہ رحمٰن آئس فیکٹری تھا، اس میں والد صاحب ملازم ہو گئے اور ماموں زین العابدین صاحب نے عاجز کو خوش نویسی سیکھنے کے لیے مشہور استاد منشی عبدالغنی بن منشی ممتاز علی مہاجر مکی کی خدمت میں بٹھا دیا، استاد عبدالغنی صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے، کسی سے کچھ نہ لیتے تھے بس کام سکھانے سے غرض تھی، استاد صاحب کا مکان بہت وسیع تھا ،زنانہ حصّہ تو بہت ہی بڑا تھا اور مردانہ حصے میں ایک بڑا دالان تھا، جس میں شاگرد بھرے رہتے تھے، صحن میں ورزش کرنے کے لیے ایک اکھاڑا بھی تھا، اور ایک دالان

میں پریس تھا جس کا نام ''مطبع مصطفائی'' تھا، جامع مسجد کے مشرقی حصہ میں ایڈورڈ پارک اور زنانہ ہسپتال کے ساتھ کی کھڑکی تفضّل حسین خاں میں واقع تھا۔

عاجز جونہی کام سیکھ کر فارغ ہوا تو حکیم اشّو میاں نے جن کا نام غالباً اشتیاق احمد تھا، استاد صاحب سے درخواست کی کہ کسی شاگرد کو عنایت فرمائیں مجھے ایک بیاض نقل کرانی ہے، استاد صاحب نے عاجز کو اُن کے سپرد کر دیا اور عاجز نے محترم حکیم محمد ابراہیم ٹونکی علیہ الرحمہ کی بیاض نقل کرنی شروع کر دی۔

حضرت حکیم محمد ابراہیم ٹونکی بڑے بزرگوار میں سے تھے، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی علیہ الرحمہ کے والد بزرگوں کے پیر تھے، عاجز نے خود دیکھا کہ حکیم محمد احمد جو حکیم اجمل خاں کے انتقال کے بعد ان کی جگہ بیٹھے تھے، وہ حکیم محمد ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اُن سے گفتگو کیا کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کی شان ملاحظہ ہو کہ محترم حکیم ابراہیم صاحب کے صاحبزادے محمد فراہیم جو اس زمانے میں طبیہ کالج میں زیرِ تعلیم تھے آں موصوف کی حیات ہی میں انتقال کر گئے اور حکیم صاحب موصوف کچھ نہ کر سکے، نیز اسی زمانے میں ایک دن عاجز جب کام کرنے کے لیے گیا تو معلوم ہوا کہ حکیم اجمل خاں کا انتقال ہو گیا اس لیے آج چھٹی ہے۔

غرض اس بیاض کے نقل کرنے کی وجہ سے عاجز کو بھی طب کا شوق ہو گیا، یہ ۱۹۲۸ء کا زمانہ تھا، اور عاجز کے لیے پہلا کام تھا، بعد ازاں عاجز تلاشِ معاش کے سلسلے میں ''یوسفی پریس'' پہنچ گیا۔ انھوں نے عاجز کا کام بہت پسند کیا لہٰذا ان کی کتابیں لکھنا

شروع کردیں کتابیں تو بہت لکھیں لیکن چند نام یادرہ گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سوانح جس کا نام غالباً ''عمدۃ البیان'' تھا کئی جلدوں میں تھی، شیعہ دینیات کورس، اور دعاؤں کی کتابیں بہت لکھیں لیکن نام یادنہیں ہاں ''کافی'' کا بھی کافی حصّہ لکھا جو شیعہ مسائل کی مشہور کتاب ہے، ایک دوسرے شیعہ پریس کا مقبول ترجمہ قرآن مجید کے چند پارے بھی لکھے۔

باڑہ ہندوراؤ میں ایک بزرگ کی وعظ و نصیحت کی ایک کتاب ''مخزن کرامت'' بھی لکھی، نیز اسی دوران والد صاحب اور کارخانے کے مالک کے درمیان کچھ اختلاف ہو گیا جس کی وجہ سے والد صاحب ملازمت چھوڑ کر ہاپوڑ چلے آئے، بعد میں کارخانے کے مالک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ خود ہاپوڑ آئے اور والد صاحب سے ملاقات کی۔ والد صاحب نے اس بات کا وعدہ لیا کہ نماز کے اوقات میں کارخانے کو اپنی حالت پر چھوڑ کر مسجد جانے کی اجازت ہوگی اور رمضان المبارک میں اعتکاف کرنے کا اختیار ہوگا۔اور ہر جمعہ کی نماز کے لیے جامع مسجد جاؤں گا، یہ سب باتیں کارخانے کے مالک نے منظور کرلیں اور آپ واپس دہلی تشریف لے گئے، تنخواہ دیتے وقت کارخانے کے مالک نے تنخواہ کم کردی۔ والد صاحب نے منظور کرلی اور کچھ نہ کہا، پھر والد صاحب نے کارخانے کے مالک کے ہمراہ حج کیا۔

کارخانے کے مالک کا ایک بہت بڑا دینی مدرسہ ''مدرسہ رحمانیہ'' بھی تھا ۔انھوں نے وہاں سے ایک ماہنامہ رسالہ ''محدث'' شایع کیا اور وہ دس بارہ سال تک

نکلتا رہا۔اس کی کتابت بھی عاجز نے کی، وہاں سے ایک دعاؤں کی کتاب بھی شایع ہوئی، اس کی کتابت بھی عاجز ہی نے کی تھی، لیکن نام یاد نہیں رہا۔

اسی زمانے میں مولانا محمد جونا گڑھی نے بھی مدرسہ رحمانیہ کے قریب ایک بلڈنگ بنوائی جہاں سے اخبار ''محمدی'' شایع کیا، اور ایک کتب خانہ بھی قائم کیا تفسیر ابن کثیر کا ترجمہ بھی شایع کیا۔ جس کے کئی پاروں کی عاجز نے کتابت کی۔ اور خطبات محمدی کی بھی عاجز نے کتابت کی، ایک اور کتاب کا ترجمہ بھی شایع کیا جو عاجز کو بہت پسند تھی لیکن نام یاد نہیں رہا۔

بعد ازاں غالباً ۳۹ء میں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن نے ادارہ ''ندوۃ المصنفین'' قائم کیا اور ایک رسالہ ماہنامہ ''برہان'' جاری کیا وہ رسالہ بھی اس عاجز کے حصہ میں آیا۔ نیز ادارہ کی کتابیں لغات القرآن، ترجمان السنہ، جواہر الحکم، قصص القرآن کا ایک حصہ مسلمانوں کا عروج و زوال وغیرہ اسی عاجز کی کتابت شدہ ہیں۔ اسی زمانے میں مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری کی کتاب ''تحفۃ الاحوذی'' کے مقدمے کی کتابت بھی عاجز نے کی۔

دہلی کے زمانہ قیام میں حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی کے مشورے سے عاجز نے بھی ''اعلیٰ کتب خانہ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کرلیا، نیز مولانا موصوف نے اپنے ایک دوست محترم جناب حکیم ابوالنظر امروہوی جو بہت امیر کبیر تھے سے تعارف کرادیا۔ چناں چہ حکیم صاحب موصوف نے اپنی ایک تصنیف نفسیاتِ جمال

عنایت فرمائی۔ عاجز نے اس کو ۱۹۴۶ء میں شایع کیا۔ وہ سب ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں ضائع ہوگئیں، بطور نمونہ ایک نسخہ عاجز کے پاس اب بھی موجود ہے، نیز ایک دوسرا رسالہ علمی روزنامچہ بھی تیار کیا تھا۔ لیکن اس کا پتا نہیں کہ کہاں گیا اور چھوٹے چھوٹے کئی رسالے شایع کیے، جواب باقی نہیں۔ ایک رسالہ ''اعجاز احمق'' کے نام سے یاد پڑتا ہے۔

دہلی کے زمانہ قیام میں ایک دوست مولانا عبداللہ صاحب تھے، اگر چہ مولانا اہلِ حدیث تھے لیکن عاجز سے بہت محبت کرتے تھے، موصوف کوچہ میر عاشق چاوڑی بازار کی مسجد کے امام تھے اور خوش نویسی بھی کرتے تھے، مخدومی ومحترمی حضرت مولانا سید زوّار حسین شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے آں موصوف ہی سے کتابت سیکھی تھی، اسی وجہ سے حضرت شاہ صاحب سے بھی عاجز کے تعلقات بہت ہوگئے تھے، اور عاجز نے حضرت شاہ صاحبؒ کی کتاب ''عمدۃ السلوک'' اور ''گلدستہ مناجات'' ۱۹۴۴ء میں شایع کردی تھی، پھر کراچی پہنچ کر حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوگیا اور آہستہ آہستہ حضرت موصوف کی تمام کتابیں شایع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

غالباً ۱۹۳۱ء میں اپنے عزیزوں میں پہلی شادی کی اور بہت ہنسی خوشی زمانہ گزرا، جب پاکستان بن گیا تو سب سے پہلی ٹرین میں والدین مع دونوں بیٹوں کے کراچی پاکستان آگئے۔

میں اور میری بیوی دہلی میں رہ گئے، اور مکان فروخت کرنے کی کوشش کی

آخر چھ ہزار میں مکان فروخت ہوگیا، کچھ سامان مال گاڑی میں بھیجا وہ راستہ میں لوٹ لیا گیا، مکان کی رقم لے کر عاجز حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کی خدمت میں گیا کہ وہ بطور امانت رکھ لیں، انھوں نے کہا کہ ان کتابوں کے پیچھے ڈال دو اور صبح کو منشی صاحب کے ساتھ جا کر گرینڈ لے بینک میں جمع کرا دینا، چناں چہ عاجز صبح گیا اور بینک میں جمع کرا دیے۔ مینجر صاحب نے رقم شمار نہ کی اور رقم کی رسید دے دی اور کہا کہ مفتی صاحب کا ٹیلی فون آیا ہے کہ ان کو جلدی بھیج دو یہاں کرفیو لگ گیا ہے۔

عاجز نے جب بھی اہلیہ سے پاکستان جانے کی بات کی تو انھوں نے یہ ہی کہا کہ تمہارے والدین اور بھائی تو وہاں چلے گئے اس لیے تم جانا چاہتے ہو لیکن میرے والدین اور بہن، بھائی تو یہاں ہیں، میں کیسے جاؤں، میں تو مر جاؤں گی لیکن پاکستان نہ جاؤں گی، اس وقت بھی وہی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر کہنے لگیں کہ میری طبیعت بہت گھبرا رہی ہے میں ذرا شاگرد لڑکیوں کے گھر ہو آؤں، جو قریب ہی تھا، وہاں پہنچتے ہی سخت فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں اور وقفے وقفے سے بم پھٹنے کے دھماکے بھی ہوئے، میں تو کواڑ کھولے گھر میں بیٹھا رہا لیکن وہ آ رہی تھیں تو بم سامنے آ گرا، واپس لوٹیں تو گولی لگ گئی اور شہید ہو گئیں۔

جب فائرنگ بند ہوئی تو عاجز اس مکان پر گیا جہاں اہلیہ گئی تھیں تو وہاں کسی کو نہ پایا راستہ میں لاشیں پڑی تھیں، عاجز سخت پریشان ہو گیا اور باڑہ بند وراؤ کی سمت روانہ ہو گیا اس لیے کہ سب وہیں جا رہے تھے، راستے میں ''ادارہ برہان'' تھا دیکھا تو

وہاں بھی کسی کو نہ پایا۔

باڑہ بندوارڈ پہنچا تو ایک دوست مل گیا وہ اپنے گھر لے گیا رات اسی کے ہاں گزاری، صبح تلاش کرنے لگا کہ کسی طرح جامع مسجد پہنچ جاؤں آخر مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ایک گاڑی میں تشریف لے آئے تا کہ حضرت مفتی عتیق الرحمٰن صاحب کے خاندان کو جامع مسجد لے جائیں، عاجز بھی اسی گاڑی میں سب کے ساتھ جامع مسجد پہنچ گیا، دوسرے دن پرانے قلعہ اہلیہ کی تلاش میں گیا وہاں ان لوگوں سے ملاقات ہوگئی جن کے ہاں اہلیہ گئیں تھیں، ان سے معلوم ہوا کہ وہ تو وہیں شہید ہو گئی تھیں، اسی غم میں عاجز لوگوں کے ہمراہ اسٹیشن پہنچ گیا اور گاڑی میں سوار ہو کر لاہور کے لیے روانہ ہو گیا، سہارن پور کے اسٹیشن پر پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے چنے وغیرہ کھانے کے لیے دیے اور کہا کہ آگے کچھ نہ ملے گا۔

چناں چہ دوسرے دن مغرب کے بعد بیاس کے مقام پر گاڑی روک کر سکھوں نے حملہ کر دیا اور دو تین ڈبے صاف کر دیے، ہمارے ڈبے پر حملہ نہ کیا اس لیے ہم محفوظ رہے۔ تین دن میں لاہور پہنچے، اسٹیشن سے اترتے ہی ایک رشتہ دار مل گئے وہ اپنے گھر لے گئے کئی دن لاہور میں قیام رہا، ان کا مکان کرشن نگر میں تھا اور ان کے سامنے والے مکان پر نام کے ساتھ لکھا تھا ''کٹیا'' اور نیچے ایک شعر کندہ تھا۔

در حقیقت مالکِ اصلی خداست

ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست

لاہور میں چند روز قیام کر کے کراچی پہنچ گیا، عاجز حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کا جس قدر بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ اس نے ایسے سخت اور نازک حالات میں گھر پہنچا دیا، الحمد للہ علیٰ کل حال...

کئی ماہ کے بعد ایک دن کراچی میں مخدومی ومحترمی حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب مدظلہٗ العالیٰ کے ہمراہ منگھو پیر گیا، مراقبہ سے فارغ ہو کر ڈاکٹر صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ "تمہاری بیگم تمہارے لیے شربت کا ایک گلاس لائی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شہادت کا درجہ عطا فرمایا" سبحان اللہ۔

سعادتِ حج

کراچی پہنچ کر تلاش معاش میں سب سے پہلے ندائے حرم کی کتابت ملی پھر ۱۹۴۸ء مین حج کے لیے چلا گیا، عجب اتفاق ہے کہ بحری جہاز سمندری طوفان کی حالت میں روانہ ہوا اور چار روز تک چاند، سورج یا کوئی جہاز وغیرہ کی کوئی روشنی نظر نہ آئی۔ آخر یمن کے قریب پہنچ کر امن ملا وہ زمانہ ایسا عمدہ تھا کہ اس وقت تمام حالات تُرکی کے زمانے کے تھے کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی، حتیٰ کہ سمندر کی گودی بھی نہ بنی تھی جہاز سے دو میل دور اتر کر کشتیوں میں بیٹھ کر جدہ پہنچے، وہاں وکیل نے کہا کہ ایک لوٹا پانی ملے گا اسی سے استنجا کرو اور اسی سے وضو، مکہ معظّمہ سے حج کے لیے روانہ ہوئے تو اونٹوں پر دونوں طرف کھٹولے لٹکے ہوئے تھے، ان میں سوار ہو کر سفر کیا، البتہ مدینہ منورہ بسوں میں گئے تھے، حج سے بخیر و عافیت کراچی واپس ہوا۔

واپس آ کر ایک رشتہ ملا جو بہاول نگر کی رہنے والی خاتون تھیں اس کے پہلے خاوند نے طلاق دے دی تھی، اپنے بہن، بھائیوں میں اکیلی تھی نیز اس خاوند نے مہر میں اس کو پانچ مربع زمین دی تھی، بہت تعریف سنی تو غالباً ۱۹۴۹ء میں شادی کر لی۔ عاجز نے ناظم آباد کا مکان بنوالیا اور ہنسی خوشی گزر رہو رہی تھی کہ ۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء میں بہاول نگر سے آئیں تو بس ان کی زبان پر یہ جملہ تھا کہ کوئی مجھے مار دے۔

پھر معلوم ہوا کہ ان کے بھائیوں نے وہ پانچ مربع اپنے نام کرا لیے، اس رنج میں ان کا یہ حال ہوگیا ہے، ہر چندان کو سمجھایا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اور غالباً بھنگن کی معرفت شہید ہوگئیں اور سارا زیور وغیرہ لُوٹ کر لے گئی، پولیس نے چھان بین کی لیکن کچھ پتا نہ چلا اس کیس میں عاجز کو تقریباً دو سال پریشان رہنا پڑا، اس مرتبہ بھی مخدومی حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب مدظلہٗ العالیٰ نے فرمایا کہ حضرت مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کوئی تمہارا بال تک بیکا نہ کر سکے گا" چناں چہ حقیقت یہ ہے کہ پولیس کا چھوٹا، بڑا افسر سب عاجز کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے رہے، اور ان کو کیس ختم کرنا پڑا۔ الحمد للہ اسی دوران حضرت مولانا محمد یوسف بنوری علیہ الرحمہ نے ایک ماہنامہ رسالہ "بینات" شایع کیا، جس کی کتابت کے لیے عاجز کو منتخب کیا اور ایڈیٹر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی کو بنایا، بہت عرصے تک کتابت کرتا رہا، اسی دوران مولانا احتشام الحقؒ نے "دعوۃ الحق" رسالہ شایع کیا اس کی کتابت بھی عاجز نے کی "طلوعِ اسلام" کے بھی کچھ رسالے لکھے۔

بعد ازاں یہ عاجز ۱۹۶۴ء میں محترمہ والدہ صاحبہ، ماموں صوفی نجم الدین

صاحب، چچا محمد محفوظ صاحب اور ان کی اہلیہ کے ہمراہ تقریباً چالیس حضرات اپنی جماعت کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرنے گئے اور بفضلہٖ تعالیٰ سب خیریت سے اپنے گھر واپس پہنچے، حق سبحانہ وتعالیٰ سب کا حج قبول فرمائے۔ آمین

حج مبارک سے واپس کراچی پہنچ کر حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کتابوں کی اشاعت کا زیادہ خیال ہوگیا اور سب سے پہلے ''اعلیٰ کتب خانہ'' کا نام ۴۴ء سے جاری تھا، ۶۴ء میں بدل کر ''ادارہ مجددیہ'' کردیا، اور مکتوبات شریف کا بھی ترجمہ شایع کیا۔

غالباً ۱۹۶۵ء میں اپنے پیر بھائی حاجی سراج الدین صاحب کی صاحبزادی سے تیسری شادی کی، یہ خاندان ماشاء اللہ بڑا وسیع اور بہت اچھا بھی تھا، شادی کے بعد حج کا پروگرام بن گیا لیکن عاجز نے غلطی سے اپنے فارم میں لکھ دیا کہ حج کر چکا ہوں، اس لیے عاجز کا فارم منسوخ ہوگیا، چناں چہ اہلیہ اپنے والد صاحب کے ہمراہ حج کر آئیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

پھر ۱۹۶۸ء میں عاجز عمرہ کے لیے مع اہلیہ کے گیا، اس وقت برادرم محمد مسلم جدہ میں مقیم تھے، جن کی وجہ سے بہت سہولت رہی رات کے وقت جدہ پہنچے صبح کو عمرہ ادا کیا، شام کو جدہ واپس آگئے، عشاء کی نماز کے بعد محترم حضرت ڈاکٹر مظہر بقا صاحب ملاقات کے لیے تشریف لے آئے۔

گفتگو جاری تھی کہ مسلم میاں کے بچوں نے آکر کہا کہ تائی اماں بیہوش ہوگئی ہیں جلدی چلو، مسلم میاں نے ٹیلیفون کر کے ایمبولینس منگوالی چناں چہ زنانہ ہسپتال

میں داخل کر دیا۔ اہلیہ کے پاس مسلم میاں کی بیگم رہیں، عاجز اور مسلم میاں ہم دونوں بھائی باہر رہے۔

صبح کو ہسپتال والوں نے بتایا کہ ان کو فالج ہو گیا تھا اب خطرہ سے خالی ہیں لہٰذا ان کو گھر لے جاؤ، چناں چہ ہم گھر لے آئے اور ایک پرائیویٹ ڈاکٹر کو بلا کر دکھایا اور اس کا علاج شروع کر دیا، ایک ہفتہ میں کافی آرام آ گیا اور ہم حاجی محمد ہارون صاحب کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور چند دن قیام کر کے کراچی آ گئے، ایک عرصہ بعد پھر فالج کا حملہ ہوا، کافی علاج کرایا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور ۹، اگست ۲۰۰۰ء بروز بدھ دوپہر کراچی میں انتقال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

اب آئندہ دیکھیے کہ کیا گل کھلتے ہیں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام
على المرسلين والحمد لله رب العالمين ۔

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

ناظم آباد میں میرا جو مکان تھا اسے میں نے مسجد کے لیے وقف کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اصحاب خیر کے تعاون سے اس کی تعمیر مکمل ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور میرے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

کتابت کی گئی کتابوں کی فہرست

(وہ کتابیں جن کی کتابت رئیس الخطاطین حاجی محمد اعلیٰ صاحب دھلوی نے فرمائی اگرچہ ایسی کتابوں کی تعداد بہت زیادہ ھے لیکن یہاں چند کتابوں کے نام پیش کیے جا رھے ھیں۔)

۱۔ اثبات النبوۃ

۲۔ اسماء البدرین

۳۔ اشاریہ مکتوبات

۴۔ اشاریہ قرآن

۵۔ اصولِ فقہ اور شاہ ولی اللہؒ

۶۔ اعجازِ احمق

۷۔ اعجاز القرآن

۸۔ امتِ مسلمہ کی پستی اور اس کا حل

۹۔ انوارِ معصومیہ

۱۰۔ ایک تحقیقی جائزہ

۱۱۔ بخاری شریف

۱۲۔ برہان (ماہنامہ)

۱۳۔ بینات (ماہنامہ)

۱۴۔ بیاضِ حکیم صاحب

۱۵۔ تحفہ ابراہیمیہ

۱۶۔ تحفہ زاہدیہ

۱۷۔ تحفہ زواریہ

۱۸۔ تحریر وتقریر

۱۹۔ تحفۃ الاحوذی مقدمہ

۲۰۔ تدوین حدیث

۲۱۔ ترجمان السنہ (سہ حصہ)

۲۲۔ تلمیحات

۲۳۔ تفسیر ابن کثیر (چند پارے)

۲۴۔ تفسیر سورہ یوسفؑ

۲۵۔ رسالہ تہلیلیہ

۲۶۔ جواہر الحکیم (سہ حصہ)

۲۷۔ حالی کا ذہنی ارتقاء

۲۸۔ حیاتِ بقا

۲۹۔ حرز المومنین

۳۰۔ حزب الاعظم

۳۱۔ خطباتِ محمدی

۳۲۔ دعاؤں کی کتاب

۳۳۔ دعوۃ الحق (ماہنامہ)

۳۴۔ ریڈیو تقاریر

۳۵۔ سوانح حضرت مولانا زکریاؒ

۳۶۔ سوانح حضرت مجددؒ

۳۷۔ شرح رباعیات

۳۸۔ شرح مکتوبات مجددؒ فارسی

۳۹۔ شیعہ دینیات کورس

۴۰۔ ضیاء القرأت

۴۱۔ طلوع اسلام

۴۲۔ عمدۃ البیان

۴۳۔ عمدۃ السلوک

۴۴۔ عمدۃ الفقہ

۴۵۔ علمی روزنامچہ

۴۶۔ فیوض القرآن

۴۷۔ قرآن کے پارے

۴۸۔ قرآنی دُعائیں

۴۹۔ قصص القرآن

۵۰۔ کافی

۵۱۔ گلدستہ احادیث

۵۲۔ گلدستہ مناجات

۵۳۔ گلدستہ عربی

۵۴۔ ماتمس الیہ الحاجہ

۵۵۔ مبداو معاد

۵۶۔ محدث (ماہنامہ)

۵۷۔ مخزن کرامت

۵۸۔ رمج البحرین

۵۹۔ مسلمانوں کا عروج وزوال

۶۰۔ مشارق الانوار

۶۱۔ معارف اللدنیہ

۶۲۔ معجم القرآن

۶۳۔ مقاماتِ زواریہ

۶۴۔ مقاماتِ فضلیہ

۶۵۔ مکاشفات عینیہ

۶۶۔ مکتوبات مجددؒ اردو ترجمہ (ہر سہ حصہ)

۶۷۔ مکتوبات معصومیہ

۶۸۔ ندائے حرم

۶۹۔ نصیحت نامہ

۷۰۔ نفحاتِ جمال

۷۱۔ ہدایت الطالبین